جناب ابو محفوظ الکریم معصومی

# تفسیر المظہری

## کا

# ناقدانہ جائزہ

ہندوستان نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں جو عظیم خدمت انجام دی ہے اس کی اہمیت صرف مقامی دائرہ تک محدود نہیں بلکہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ ایسی تفسیریں یہاں لکھی گئی ہیں جو بلا دعربیہ کے مفسرین کی عظیم خدمات کے پہلو بہ پہلو پیش کی جا سکتی ہیں۔ ہندی مفسرین اور ان کی عربی تفسیروں کا ایک حد تک تاریخی جائزہ ڈاکٹر محمد سالم قدوائی کے تحقیقی مقالہ میں ملتا ہے۔ جو سرسری طور پر علوم القرآن کی نشر و اشاعت اور ہندی ظروف و احوال میں ان کے نشو و نما اور ترقی کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ اور لائق استفادہ ہے۔ میں یہاں طولانی تمہید کے بغیر صرف طبقۂ متاخرین کی ایک شخصیت کے عظیم تفسیری کارنامہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ پورے تفسیری ادبیات میں اہل ہند کا جو مخصوص حصہ ہے اسی کے پیش نظر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی التفسیر المظہری اپنی جامعیت و مجموعی انفرادیت کے لحاظ سے مستحق مطالعۂ خصوصی ہے۔

**حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ دم رجب ۱۲۲۵ھ**

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نسلاً عثمانی ہیں اور ۱۲ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی سے ملتا ہے اٹھارہ سال کی عمر میں تکمیل علوم رسمیہ فرمائی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حلقۂ درس میں رہ کر فقہ، حدیث و تفسیر کے اعلیٰ مدارج طے فرمائے۔ شیخ عابد سنامی اور ان کے بعد حضرت شیخ جان جاناں دہلوی کے حلقۂ ارادت میں مراتب عالیہ کی سیر کی۔ ان کی علمی بصیرت و حذاقت کا عنوان تابان شیخ جان جاناں نے علم الہدیٰ کے لقب کو قرار دیا جب کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے جو قاضی صاحب کے صغار معاصرین میں ہیں ان کے

مراتب عالیہ علمیہ کا ترجمان (بیہقی وقت) کے خطاب کو قرار دیا۔ شیخ غلام علی دہلوی نے مقامات میں ان کی جلالت شان بیان کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ صفائے ذہن، جودت طبع، قوت فکر و سلامتی نظر میں منفرد ہونے کے ساتھ فقہ و اصول میں مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ مذاہب اربعہ کا تقابلی مطالعہ فرما کر قوی ترین مذہب کی نشان دہی میں آپ نے ایک مستقل رسالہ الاخذ بالاقوی مرتب فرمایا۔

اکابر مشائخ نے قاضی صاحب کے فضل و کمال کا اعتراف جن الفاظ میں فرمایا ہے ان کا خلاصہ شیخ محسن ترہتی کے رسالہ الیانع الجنی میں یہ الفاظ ثبت ہیں۔

| | |
|---|---|
| انہ کان فقیہا اصولیا زاھدا | وہ فقہ و اصول میں ماہر اور زہد و اجتہاد |
| مجتہدا لہ اختیارات فی المذاھب | کے پیکر تھے۔ فقہی مذاہب میں خود مسلک |
| ومصنفات عظیمۃ فی الفقہ | ترجیح و اختیار پر گامزن اور فقہ، تفسیر و |
| والتفسیر والزھد وکان | تصوف میں عظیم تصانیف کے مالک تھے |
| شیخہ یفتخر بہ | ان کے شیخ کو ان پر فخر تھا |

وہ شیخ جن کو حضرت قاضی پانی پتی پر فخر تھا۔ حضرت شمس الدین جان جاناں جیسے قدوۃ المشائخ ہیں جیسا کہ علامہ ترہتی نے صراحت کی ہے۔ السیف المسلول فی الرد علی الشیعہ، رسالۃ فی العشر والخراج، حقیقۃ الاسلام، مالابد منہ وغیرہ کو حضرت قاضی علیہ الرحمہ کے رسائل و تالیفات میں خاص اہمیت و شہرت حاصل ہے لیکن التفسیر المظہری آپ کی ضخیم ترین کتاب اور قرآن حکیم کی مکمل و جامع محاسن تفسیر ہے جس کی اشاعت ندوۃ المصنفین کی جانب سے ہو چکی ہے۔

سہو و فروگذاشتیں طبع بشر کا خاصہ ہیں اور خصوصاً تفسیری روایات کی حیثیت شروع سے ائمہ ناقدین کی نگاہ میں تنقیح طلب رہی ہے اور سخت ترین اصول تفسیر نویسی پر کامیابی کے ساتھ شروع سے اخیر تک اشہب قلم کا چلتے رہنا کارے دارد کا مصداق ہے۔ مواخذہ نقد و نظر سے امام جلیل محمد بن جریر الطبری تک کی تفسیر بچ نہ سکی۔ امام فخر الدین رازی کے عظیم کارنامہ پر تبصرہ کرنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ " فیہ کل شیٔ الا التفسیر" لیکن انصاف شرط ہے کہ بیشتر محاسن و کمالات علمیہ کی دھجیاں معمولی فروگذاشتوں کی بنیاد پر نہ اڑائی جائیں۔ اور نقطہ ہائے نظر کے اختلاف کے باوجود لائق ستائش اجزاء نظر انداز نہ کئے جائیں۔ بلکہ کوئی ندرت و خصوصیت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے تو اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔

اپنی تفسیر کی بابت خود حضرت قاضی علیہ الرحمہ کا بیان ان کے ایک خط میں ملتا ہے۔ جو اپنے پیر بھائی مولانا نعیم اللہ بہرائچی کو آپ نے لکھا تھا۔ متعلقہ الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"تفسیر مظہری بفضلہ تعالیٰ کسوت اختتام پوشید بفضل الٰہی در ضمن تفسیر قرآن متکفل
بہ بیان مذاہب فقہاء و ادلہ شان در ضمن مسائل فقہ، ومسائل کلام ومسائل
تصوف وسیر ومغازی سید الانام واختلاف قرأۃ کافی وشافی آمدہ"

میرے خیال میں حضرت قاضی صاحب جیسے پیکر علم وانکسار سے باوجود تواضع وسادگی اس سے زیادہ کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اور آپ نے سادہ لفظوں اور متواضع جملوں میں جن پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیا ہے ان میں سے ایک تصوف کو اگر علیحدہ کر دیجئے تو بھی ساری باتیں کم وبیش مفسرین کے مسلمہ طور پر واضح اسلوب تفسیر نگاری ابن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان سے لے کر عہد حاضر تک کے اہل قلم مفسرین کی تفسیر نویسی کے بنیادی اجزائے ترکیبی کی حیثیت سے بطور قدر مشترک سب میں نظر آئیں گی۔ ایسی شکل میں تفسیر مظہری کی خصوصیات بیان کرنے کے لئے جزئیات کا احاطہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے در اصل صرف تفسیر مظہری کو موضوع مطالعہ بنائے بغیر چارہ کار نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم فی الوقت طول وعرض کی وسعتوں اور گہرائیوں کا جائزہ لے کر کوئی نتیجہ پیش کرنے سے قاصر ہیں اور صرف اشاروں پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور۔ خوش قسمتی سے زمرۂ ہندی مفسرین میں سے ایک یگانہ مفسر کی رائے ہاتھ آگئی ہے۔ جسے ہم یہاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں میری مراد نواب صدیق حسن خان علیہ الرحمہ سے ہے۔ اکسیر فی اصول التفسیر میں نواب والاجاہ نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے وہ یہاں تماماً وکمالاً درج کیا جاتا ہے:۔

"مظہری: تفسیر عربی است، در چہار جلد کلاں، بر لسان فقہ وتصوف ودر قرأت واعراب ہم کلام کردہ۔ ماخوذ از بغوی وبیضاوی است۔ تالیف قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ است، وجہ تسمیہ او باین اسم آنست کہ شیخ وے میرزا جان جاناں مظہر تخلص داشت، این بر نام وے تالیف کردہ ومعارف وحقائق او را مع معارف ومقامات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی بیان فرمودہ۔ فقیر او را بنظر اجمالی دیدہ دریافت کہ وجوہ تفسیر کمتر دارد ومباحث خارج ازین فن بسیار قابل تنقیح وتلخیص است وجائے کہ بسخنے ومقالہ منفرد۔ از دائرہ تحقیق بدر رفتہ۔ مذاق صوفیہ غالب دارد، ومہارت در علم تفسیر خیلی قلیل واللہ اعلم۔"

حضرت نواب صاحب مرحوم نے مظہری کا مطالعہ بقول خود تفصیل واستیعاب سے نہیں بلکہ سرسری طور پر کیا۔ لیکن انہوں نے جو رائے پیش کی ہے اس کا لہجہ بتاتا ہے کہ بڑے گہرے احتساب کی نظر سے مطالعہ کیا۔

ہوگا۔ بہرحال وہ اپنی رائے بڑے وثوق کے ساتھ بدفعات ذیل پیش فرماتے ہیں۔

۱۔ وجوہ تفسیر کی مقدار کم ہے۔

۲۔ فن سے خارج مباحث کی کثرت ہے لہذا تنقیح و تلخیص کی ضرورت ہے۔

۳۔ تفردات میں مصنف مظہری دائرہ تحقیق سے باہر نکل گئے ہیں۔

۴۔ علم تفسیر میں مہارت کی کمی ہے۔

۵۔ مذاق تصوف کا ان پر غلبہ ہے۔

۶۔ یہ کتاب بغوی و بیضاوی سے ماخوذ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک طرف نواب صاحب مرحوم کی جلالت شان اور ان کے عظیم کارناموں سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ دوسری طرف حضرت قاضی ثناء اللہ کے بحر مواج میں ہم جیسے کم سواد کیا شناوری کریں گے یہ اتنا ہمارے لئے بہت کافی ہے۔ کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے جس کو "بیہقی الوقت" کہا اور مرزا جان جاناں جیسے یگانہ جامع الصفات صوفی و درویش ہی نہیں علوم دین و شریعت کے نبض شناس نے "علم الہدیٰ" کا لقب دیا ہوا یسے ملقب بالالقاب السنیۃ کی بابت دفعہ ایک سے لے کر چار تک کی باتیں حیرت زدہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر تفسیر مظہری آج طبع ہو کر ہم جیسے کم سوادوں کے ہاتھوں میں نہ آگئی ہوتی تو بات دوسری تھی۔ نواب صاحب مرحوم کی تحریر موثر ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ نواب علیہ الرحمۃ کی اجمالی نگاہ کو بھی ایک بے بضاعت کی عمر بھر کی دقت نظری پہنچ نہیں سکتی۔ ان کی رائے عالی کے مذکورہ بالا دفعات سے اتفاق کرنا دشوار ہی نہیں محال نظر آتا ہے۔ دفعات چہار گونہ کو مؤخر کر کے ہم آخری دونوں دفعوں کی بابت بالفاظ مختصر اپنی گذارشات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

۱۔ نواب صاحب کا ارشاد ہے۔ "ماخوذ از بغوی و بیضاوی ست" میرے نزدیک یہ الفاظ تنقیص کے لئے نہیں ہیں۔ اگر غور کیجئے تو علوم نقلیہ ہی نہیں عقلیات میں بھی چراغ روشن کرنے کا عمل بہ تسلسل نظر آئے گا اور علوم دینیہ میں تو علی الخصوص اس کی اشد ضرورت ہے۔ کسی زمانہ میں اس فقیر نے تفسیر طبری کی اہمیت پر اپنے خاص مطالعہ کے نتیجے میں اس کے ماخذ کی بھی نشاندہی کی تھی۔ اخذ و اقتباس سے جو سلیقہ مندی کے ساتھ ہو اور بامقصد ہو کسی بڑے سے بڑے مصنف کی جلالت شان میں فرق نہیں پڑتا۔ امہات مصادر و مآخذ دینیہ کا جائزہ لیجئے تو واضح ہوگا کہ کوئی عظیم مصنف و مؤلف اپنی مستند تالیفات کو اخذ و اقتباس سے الگ نہیں رکھتا۔ اور نہ وہ متقدمین سے اپنی بے نیازی کا دعویٰ کر سکتا ہے بلکہ یہی بے نیازی اس کی اور اس کی کتاب کی اہمیت و قدر و قیمت کو فی الواقعہ گھٹانے کا سبب ہوتی ہے اور تو اور خود نواب صاحب

کی دیگر بے شمار تصانیف ممتعہ کو جانے دیجئے ان کی تفسیر فتح البیان جو اس ناقص العلم کی نگاہ میں ہندوستان کی تفسیری خدمتوں میں ایک وقیع ترین خدمت اپنی جگہ پر ہے۔ کیا اسی کے مآخذ نظروں سے اوجھل ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحبؒ نے قاضی بیضاوی یا بغوی کے فرمودات کو آنکھیں بند کر کے نقل فرما دیا ہے یا ان کی ایک ایک بات کی جانچ اور پرکھ بھی کی ہے۔ کہ کندن کے ساتھ ریت اور دھول کے چمکتے ذرّے بھی سمیٹ لئے ہوں۔ ایک آدھ مثال ذیل میں پیش کی جائے گی۔ کہ کچھ تو حال قاضی علیہ الرحمۃ کے طریق اخذ و اقتباس کا کھلے۔

۲۔ نواب صاحب مرحوم کا یہ فرمانا کہ "مذاق صوفیہ غالب دارد" اس پر تبصرہ کرنا میرے لئے چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نواب صاحب کے قلم سے یہ جملہ نکلا کیسے؟ آپ نے خود شیخ صدر الدین احمد بن اسحٰق القونوی (م ۶۷۳ھ) کی تفسیر سورۃ الفاتحہ بنام "اعجاز البیان فی کشف بعض اسرار ام القرآن" کے تعارف میں یہ فرمایا ہے:۔

"وے کلام خود را بنقل اقاویل اہل تفسیر ممزوج نساختہ و نہ بکلام عاقلین متفکرین جز آنچہ حکم لسان من حیث الارتباط واجب می کند۔ بلکہ اکتفاء بہ بیانات الہیہ و واردات صمدیہ نمودہ محرر سطور گوید۔ ایں واردات اگر مطابق تفاسیر اہل حق است و متصادم مقصود تنزیل و سنت مطہرہ نیست، درخور التفات باشد اگر از قبیل مکاشفات متصوفہ است بجوی نمی ارزد"[۳]

مقصود ہمارا یہ ظاہر کرنا ہے کہ جہاں قونوی کی متصوفانہ تفسیر کے لئے نرم گوشہ آپ کے دل میں پیدا ہو گیا اور اس شرط کے ساتھ کہ " ایں واردات اگر مطابق تفسیر اہل حق است و متصادم مقصود تنزیل و سنت مطہرہ نیست" ان واردات کو آپ نے " درخور التفات" قرار دیا تو قاضی پانی پتی علیہ الرحمہ کی تفسیر اور مندرجہ واردات اس قابل بھی نہیں کہ مقید بشرط بالا ہی سہی درخور التفات قرار دی جاتی۔ یا پھر بعض امثلہ کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا جاتا کہ مظہری کے مشمولات "متصادم مقصود تنزیل و سنت مطہرہ" ہیں۔ آئندہ اس خاص پہلو کو بھی کسی قدر واضح کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

بقیہ دفعات چہارگانہ بادی النظر میں جس قدر سنگین ہیں، بحمداللہ تفسیر مظہری کا اکثر و بیشتر مواد ان میں سے ہر الزام کی تردید کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ تفصیل کہاں تک پیش کی جائے ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

آئندہ جو مختصر باتیں عرض کی جائیں گی وہ ان تمام دفعات کی حقیقت واضح کرنے کے سلسلہ میں نشان راہ

کا کام دے سکتی ہیں۔ ایک بات بہر حال قابلِ ذکر ہے کہ اکسیر فی اصول التفسیر میں نواب علیہ الرحمہ نے جو جملہ چپو لکھا کر دیا ہے اس کے برخلاف تفسیر فتح البیان کے مقدمہ میں قاضی صاحب مرحوم پر ان کا دھاوا ایک رخا بن کر رہ گیا ہے۔ تفسیر نگاری میں بعض علوم دینیہ کے خصوصی ماہرین کی نگارش پر جو مخصوص مہارت کی چھاپ پڑ جاتی ہے۔ اس پر نواب صاحب کی گرفت ایک حد تک بے جا نہیں۔ اسی ضمن میں رقم طراز ہیں۔

| | |
|---|---|
| و الفقیہ یکاد یسرد | اور فقیہ جیسے پوری فقہ کا متن (تفسیر |
| وفیہ الفقہ جمیعا دربما | میں) سنانا چلا جاتا ہے۔ اور کبھی بادنیٰ |
| استطرد الی اقامۃ ادلۃ الفروع | مناسبت فقہی فروع کے دلائل قائم |
| الفقہیۃ التی لا تعلق | کرنے کے در پے ہوتا ہے جن کو آیت |
| لھا بالآیۃ اصلا والجواب | سے مطلق نسبت نہیں ہوتی اور دلائل |
| عن الادلۃ للمخالفین | مخالفین کا جواب دینے لگ جاتا ہے |
| کالقرطبی وصاحب | جیسے قرطبی ہیں اور تفسیر مظہری کے |
| المظھری [۴] | مصنّف۔ |

غنیمت ہے کہ اس موقع پر انہوں نے قاضی صاحب مرحوم کو حقائق التفسیر کے مصنف ابو عبدالرحمٰن السلمی کے ساتھ نتھی نہیں کیا [۵]۔ اس کا مطلب کیا یہ لیا جائے کہ نواب صاحب کی ناراضگی کا اصلی سبب کچھ اور نہیں وہی فقہی مباحث کی تفصیلات ہیں جو اثنائے تفسیر آن پڑی ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو عرض کر چکا ہوں کہ متقدمین کی تفسیروں میں بھی فقہیات کا حصہ کم نہیں۔ اور جامع البیان للطبری میں تو مستقل ذخائر نحوی مباحث کے علاوہ فقہیات، کلامیات اور بصرہ و کوفہ کی نحوی کشاکش کی تفصیلات ملتے ہیں۔ اور خود نواب صاحب کی تفسیر کا جائزہ الگ انہی کے مقررہ معیار نقد و نظر کو سامنے رکھ کر لیجئے تو دوسروں کو جو کچھ وہ کہہ گذرے ہیں ان سے خود ان کی تفسیر مبرّا نہیں نکلے گی۔

بہر حال قاضی علیہ الرحمہ کی مفسرانہ روش اور امتیازات کو سمجھنے کے سلسلے میں تفسیری مباحث کے نمونوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا بعض مثالیں جزوی نکات کی توضیح کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ کی آیت رقم (۷۴) و ان منھا لما یھبط من خشیۃ اللّٰہ کی تفسیر میں مصنف نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ پتھر بجنس جماد ہے خشیت سے اس کا تعلق ہی کیا ہے۔ جواباً فرماتے ہیں۔

قال البیضاوی الخشیۃ مجاز عن انقیادھا للاوامر التکوینیہ یعنی خشیۃ یہاں حقیقی معنی میں نہیں۔ بلکہ بطور مجاز اوامر تکوینیہ کا تابع ہونے کے معنی میں ہے۔ جس سے جماد یا پتھر بھی مستثنیٰ نہیں

یہ جواب قاضی بیضاوی کا نقل ضرور کیا گیا ہے لیکن خود ہمارے قاضی ہندی علیہ الرحمہ کی نگاہ عمیق اور فکر راسخ کو اس سے اتفاق نہیں۔ چہ جائیکہ اطمینان ہو۔ وہ برموقع موثر اور مدلل لفظوں میں بیضاوی سے اپنا اختلاف ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہیں ان کی رسائی فکر و نظر یا کم از کم اس خاص مکتب فکر کی انفرادیت جس کے وہ پروردہ تھے کھل کر سامنے آتی ہے۔ دیکھئے کس قدر اعتماد کے لہجہ میں فرماتے ہیں۔

قلت وهذا ليس بشيء فان الانقياد للاوامر التكوينية موجود في قلوب الكفار ايضا قال الله تعالى ختم الله على قلوبهم فهم انقادوا للختم قال: ولله يسجد من في السموات والارض طوعا وكرها وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قلوب بني آدم كلها بين اصبعين من اصابع الرحمن كقلب واحد يصرفه كيف يشاء ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك رواه مسلم والتحقيق ما قال البغوي ان مذهب اهل السنة والجماعة ان لله تعالى علما في الجمادات وسائر الحيوانات سوى العقلاء لا يقف عليه غيره فلها صلوة وتسبيح وخشية قال الله تعالى وان من شيء الا يسبح بحمده الآية

میں کہتا ہوں یہ کوئی بات نہ ہوئی اس لئے کہ اوامر تکوینیہ کے تابع تو کفار تک کے قلوب ہیں۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں (مہر لگادی اللہ نے ان کے قلوب پر) تو ان کے دلوں پر مہر لگی اور وہ اس بارہ میں تابع بن کر رہے۔ نیز فرماتے ہیں (اور اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں سب آسمان و زمین والے خوشی و ناخوشی کے ساتھ) اور عبداللہ بن عمرو رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں: بنی آدم کے قلوب سب کے سب اللہ کی دو انگشتوں کے بیچ میں ایک قلب کی طرح ہیں وہ جیسے چاہتے ہیں ان کو گردش دیتے ہیں۔ پھر آنحضرت نے فرمایا اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے (مسلم کی روایت ہے) اور تحقیق بغوی کا قول ہے کہ اہلسنت والجماعۃ کے مذہب میں اللہ کا علم ذوی العقول کے سوا جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ مگر اس پر سوائے باری تعالیٰ کے غیروں کو راست اطلاع نہیں۔ پس ان کے

لئے بھی صلوٰۃ تسبیح اور خشیت ہے
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اور کوئی شئے نہیں
مگر وہ پروردگار کی تسبیح وحمد میں مصروف
ہیں)

بر موقع پوری عبارت المظہری کی پڑھ دیکھئے اور اس کا مقابلہ بیضاوی کے الفاظ سے کیجئے جہاں یہ فقرہ ملتا ہے ۔ ومنها ما يتردى من اعلى الجبل انقياد الما اراد الله به والخشية مجاز عن الانقياد[6] الخ ماخذ اس کا بہر حال زمخشری کی الکشاف ہے[7] اور مدارک التنزیل میں بھی آیت شریفہ کی تفسیر میں اولیت انہی الفاظ کو حاصل ہے ۔ قیل هو مجاز عن انقيادها لامر الله اس کا ماخذ براہ راست الکشاف ہے ۔ صاحب مدارک دوسرے درجہ میں اس قول کو نقل کرتے ہیں ۔ جیسے صاحب المظہری نے ترجیح دی ہے[9] ۔ آیت کی تفسیر میں خود شوکانی کا بیان ہر دو وجوہ تفسیر پر مشتمل ہے اور اگرچہ انہوں نے "مجاز عن الخشوع" کو درجہ ثانوی دیا ہے لیکن اول کی ترجیح ثانی پر ان کے قلم سے بھی واضح نہیں ہوتی[10] نواب صاحب کی تفسیر فتح البیان کا ظاہر ہے کہ اس سے الگ حال نہیں ۔ جو دراصل شوکانی سے لفظ بہ لفظ ماخوذ ہے قلیل ترین حذف اختصار اور (واختاره ابن عطیہ) کے تنہا اضافی فقرہ کے ساتھ ۔ البتہ حافظ ابن کثیر کی بات اور ہے ۔ قاضی پانی پتی نے جو نکتۂ اساسی اس ترجیح کے ضمن میں واضح کیا ہے ۔ ابن کثیر کی نگاہِ متجسس اسے آشکارا کرنا ہی چاہتی تھی ۔ انہوں نے بیشیر و مفسرین یا ماخذ ول کی نشاندہی کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا ہے :۔

وقد زعم بعضهم ان هذا من باب المجاز وهو اسناد الخشوع الى الحجارة كما اسندت الارادة الى الجدار في قوله (يريد ان ينقض فاقامه) قال الرازي والقرطبي وغيرهما من الائمة ولا حاجة الى هذا . فان الله تعالى . يخلق فيها هذه الصفة[12] الخ

گویا اصل اس تردید کی قرطبی ورازی کی تفسیروں میں موجود ہے ۔ مگر وہ زور بیان اور اعتماد کا لہجہ جو قاضی پانی پتی کی تفسیر میں بر موقع نظر آتا ہے ۔ شاید رازی کی تفسیر میں بھی نہیں[13] شارح بیضاوی علامہ شیخ زادہ (م ۹۵۱ھ) نے معنی حقیقی کے عوض بیضاوی کی تبعیت میں معنی مجازی ہی کی بنا استوار رکھنے کی سعی فرمائی ہے[14] اس طول کلام کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ کم از کم ان مصادر کا مطالعہ کر کے قاضی پانی پتی کی بر موقع تفسیر دیکھیں تو نمایاں طور پر معلوم ہو گا کہ بہ اعتبار وسعت معلومات و تبحر و عمق فکر و بصیرت جس قول کو وہ ترجیح دیتے ہیں اس کے لئے دلائل و قوت بیان اور صراحت زبان کے سرمایہ کی کمی ان کے خزانہ میں نہیں ہے ۔ غرض یہاں قاضی بیضاوی کی تردید اور بغوی کی تائید میں ان کے زور بیان کا سکہ بالکل کھرا ہے اور اس کے دونوں رخ دلآویز و روشن ہیں ۔ (جاری ہے)